بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورة التوبه

(۲)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ

(اِن مشرکوں کے علاوہ) اُن اہل کتاب سے بھی لڑو جو نہ اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہیں، نہ اللہ اور اُس کے رسول کے حرام ٹھیرائے ہوئے کو حرام ٹھیراتے ہیں اور نہ دین حق کو اپنا دین بناتے ہیں[۱۷۳]،

۱۷۳؎ یہ لوگ اگرچہ ایمان کے مدعی تھے، لیکن درحقیقت اِن میں سے کسی چیز کو بھی نہیں مانتے تھے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ’’...ایمان کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ اللہ کے شرائط کے تحت ہو، لیکن اُن کا ایمان اپنی خواہشوں اور بدعات کے تحت تھا۔ مشرکانہ عقائد ایجاد کر کے اُنھوں نے خدا کی نفی کر دی، اپنے آپ کو چہیتی اور مغفور امت قرار دے کر آخرت کا ابطال کر دیا اور اللہ اور رسول کی حرام ٹھیرائی ہوئی چیزوں کو جائز بنا کر شریعت کو کالعدم کر دیا۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کیا کہ اللہ نے اپنے آخری رسول کے ذریعے سے اپنے وعدے کے مطابق جو دین حق بھیجا تو اُس کو نہ صرف یہ کہ قبول نہیں کیا، بلکہ اُس کی مخالفت میں اپنا پورا زور صرف کر دیا اور اُس کے خلاف برابر سازشوں میں سرگرم رہے۔‘‘ (تدبر قرآن ۳/ ۵۵۹)

عَنْ یَّدٍ وَّ ھُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾

وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰہِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ ذٰلِکَ قَوْلُھُمْ بِاَفْوَاھِھِمْ یُضَاھِءُوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَھُمُ اللّٰہُ اَنّٰی

(اُن سے لڑو)، یہاں تک کہ اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں اور ماتحت بن کر رہیں۔[۱۷۴] ۲۹

(اُن کا دین اب یہی ہے کہ) یہودی کہتے ہیں کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں[۱۷۵] اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں۔ یہ اُن کے اپنے منہ کی باتیں ہیں۔ وہ اُنھی منکروں کی سی بات کہہ رہے ہیں جو اُن

۱۷۴؎ یعنی مغلوب ہو کر اور اپنی اِس مغلوبیت اور محکومی کو تسلیم کرکے اُس کی علامت کے طور پر جزیہ ادا کریں۔ اوپر مشرکین کی سزا بیان ہوئی ہے کہ ایمان نہ لائیں تو قتل کر دیے جائیں۔ یہ اُن اہل کتاب کی سزا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اتمام حجت کے باوجود آپ کی دعوت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ یہ رعایت اِس لیے کی گئی ہے کہ اہل کتاب اصلاً توحید ہی سے وابستہ تھے۔ اِس میں شبہ نہیں کہ وہ بھی شرک کے مرتکب تھے، مگر بنی اسمٰعیل کی طرح اُنھوں نے شرک کو دین اور عقیدے کی حیثیت سے اختیار نہیں کیا تھا۔ قرآن نے دوسری جگہ واضح کر دیا ہے کہ لوگ مشرک نہ ہوں تو قیامت میں بھی اِسی طرح رعایت کے مستحق ہوں گے۔ یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ قرآن کا یہ حکم بھی اُس کے قانون اتمام حجت کی ایک فرع اور اُنھی اقوام کے ساتھ خاص تھا جن پر خدا کے آخری پیغمبر کی طرف سے حجت پوری ہو گئی۔ اُن کے لیے یہ اُسی طرح کا عذاب تھا جو رسولوں کی تکذیب کے نتیجے میں اُن کے مخاطبین پر ہمیشہ نازل کیا جاتا رہا ہے۔ اُن کے بعد اب دنیا کے کسی غیر مسلم سے اِس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

۱۷۵؎ یہ وہی عزرا (Ezra) ہیں جنھیں یہودی اپنے دین کا مجدد کہتے ہیں۔ اِن کا زمانہ پانچویں صدی قبل مسیح کے لگ بھگ بتایا جاتا ہے۔ یہودی اپنے دور ابتلا میں تورات کو گم کر بیٹھے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اِنھی عزرا نے اُسے اپنی یادداشت سے از سر نو مرتب کیا۔ چنانچہ بنی اسرائیل اِن کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ قرآن کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جزیرہ نماے عرب میں جو یہودی قبائل آباد تھے، اُن کے اندر یہ تعظیم اِس حد تک بڑھ گئی تھی کہ اُنھوں نے اِن کو خدا کا بیٹا بنا ڈالا تھا۔

يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ
مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾
يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ
الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى

سے پہلے (ہو گزرے) ہیں۔[176] اُن پر خدا کی مار، وہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔ اللہ کے سوا اُنھوں نے اپنے فقیہوں اور راہبوں کو رب بنا ڈالا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی،[177] دراں حالیکہ اُنھیں ایک ہی معبود کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا۔ اُس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ پاک ہے[178] اُن چیزوں سے جنھیں وہ شریک ٹھیراتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ خدا کے اِس نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا، خواہ اِن منکروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔[179] وہی ہے جس نے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۷۶؎ یہ اُن مشرک اقوام کی طرف اشارہ ہے جو اپنی دیومالاؤں میں آفتاب کو خدا بنا کر اُس کے لیے بیٹا فرض کیے ہوئے تھیں۔ یہود و نصاریٰ اُنھی سے متاثر ہوئے اور اپنی کتابوں کے بعض الفاظ کو موقع و محل سے ہٹا کر اُن کے وہ معنی بیان کرنے لگے جو اِن نئے مشرکانہ عقائد کے لیے بطور سند پیش کیے جا سکیں۔

۱۷۷؎ یعنی وہی حیثیت دے دی ہے جو رب العٰلمین کے لیے ماننی چاہیے۔ چنانچہ اُن کے لیے تحلیل و تحریم کے خدائی اختیارات مان کر اُن کے ہر حکم اور ہر فیصلے کو اُسی طرح واجب الاطاعت سمجھتے ہیں، جس طرح خدا کے احکام اور فیصلوں کو واجب الاطاعت سمجھا جاتا ہے۔ اُن کے مقابلے میں کتاب الٰہی کی کوئی صریح آیت اور پیغمبر کا کوئی واضح ارشاد بھی پیش کر دیا جائے تو اُسے کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

۱۷۸؎ اصل میں 'سُبْحٰنَهٗ' کا لفظ آیا ہے۔ یہ تنزیہہ کا کلمہ ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''...اِس کے اندر توحید کی نہایت واضح منطقی دلیل بھی ہے۔ وہ یوں کہ کسی چیز کی مسلم اور بنیادی صفات سے بالکل متناقض صفات کا اُس کے ساتھ جوڑ ملانا بالبداہت خلاف عقل ہے۔ اِس اصول کے مطابق خدا کا کسی کو شریک ٹھیرانا اُس کی شان الوہیت کے منافی ہے، کیونکہ اس سے اُس کی مسلمہ صفات کی نفی لازم آتی ہے۔''

(تدبر قرآن ۳/ ۵۶۳)

الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ

اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ (اِس سرزمین کے) تمام ادیان پر اُس کو غالب کر دے، خواہ مشرکین اِسے کتنا ہی ناپسند کریں[180]۔ ۳۰-۳۳

ایمان[181] والو، اِن فقیہوں اور راہبوں میں بہتیرے ایسے ہیں جو لوگوں کا مال باطل طریقوں سے

۱۷۹؎ یہ اکمال دین کی تمثیل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ جو کچھ چاہتے ہیں، اُس کے علی الرغم جو دین ہم نے اپنے پیغمبر کو پہلی وحی سے دینا شروع کیا تھا، اُسے پورا کریں گے اور اُس کی دعوت وہاں تک پہنچا دیں گے، جہاں تک پہنچنا اُس کے لیے مقدر ہو چکا ہے۔

۱۸۰؎ یہ غلبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے اور اُن مشرکین کی خواہشوں کے علی الرغم قائم ہونا تھا جو آپ کے مخاطبین اولین تھے اور جن کا ذکر 'لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ' کے الفاظ میں ہوا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ یہاں لفظ 'كُلّ' کو اُسی تخصیص کے ساتھ لیا جائے جو ہم نے ترجمے میں واضح کر دی ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ قرآن کی یہ بات حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں دین حق کا غلبہ پورے جزیرہ نماے عرب پر قائم ہو گیا۔ یہ ایک سنت الٰہی کا ظہور تھا جو رسولوں کے باب میں جگہ جگہ بیان ہوئی ہے کہ اُن کی طرف سے اتمام حجت کے بعد اللہ تعالیٰ اُنھیں غلبہ عطا فرماتے اور اُن کے منکرین پر اپنا عذاب نازل کر دیتے ہیں۔ اِس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ آخرت کی جزا و سزا کا تصور بھی اُسی معیار پر ثابت کر دیا جائے جس معیار پر سائنسی حقائق معمل (laboratory) کے تجربات سے ثابت کیے جاتے ہیں۔ اِس کا انقلاب کی کسی جدوجہد سے کوئی تعلق نہیں ہے، جس طرح کہ دور حاضر کے بعض مفکرین نے سمجھا ہے۔ یہاں اِس کا ذکر مسلمانوں کو یہ بتانے کے لیے ہوا ہے کہ یہ اللہ کا فیصلہ ہے اور مشرکین اور اہل کتاب، دونوں کے خلاف جس آخری اقدام کا حکم اُنھیں دیا گیا ہے، وہ اِسی فیصلے کے نفاذ کے لیے دیا گیا ہے۔

۱۸۱؎ اوپر وہ جرائم بیان ہوئے ہیں جن کے مرتکب یہ لوگ اپنے خالق کے حقوق کے معاملے میں ہوئے، اب اِن کے وہ جرائم بیان ہو رہے ہیں جن کا ارتکاب یہ خلق کے معاملے میں کرتے رہے تھے۔ اِس میں بالخصوص علما اور مشائخ کا ذکر کیا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾

کھاتے اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔[۱۸۲] سو اُن لوگوں کو دردناک عذاب کی خوش خبری دو جو (اِن میں سے) سونا اور چاندی ڈھیر کر رہے ہیں اور اُسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔[۱۸۳] اُس دن جب دوزخ میں (اُن کے) اِس (مال) پر آگ دہکائی جائے گی، پھر اُن کی پیشانیاں اور اُن کے پہلو اور اُن کی پیٹھیں اِس سے داغی جائیں گی ـــــ یہی ہے جس کو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا۔ سو چکھو اُس کو جو تم جمع کرتے رہے ہو۔[۱۸۴] ۳۴-۳۵

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

’’...یہ خاص پہلو بھی ملحوظ رہے کہ عوام کے کردار کے بجائے یہاں علما اور مشائخ کے کردار کو بے نقاب کیا ہے تاکہ یہ حقیقت سامنے آجائے کہ جن کے علما اور مشائخ کا کردار اِس درجہ فاسد ہو چکا ہے، اُن کے عوام کا کیا ذکر اور اب اُن کی اصلاح کی کیا توقع! اصلاح کا یہ ذریعہ علما و مشائخ ہی ہو سکتے تھے۔ جب وہی مال و دولت کے پجاری بن کر رہ گئے ہیں تو اصلاح کن کے ہاتھوں ہوگی۔‘‘ (تدبرقرآن ۳/۵۶۵)

۱۸۲؎ یعنی جب کوئی دعوت اصلاح کے لیے اٹھتی ہے تو سب سے پہلے یہی اپنے الزامات، اعتراضات اور فتووں کے ساتھ اُس کا راستہ روکنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۱۸۳؎ زکوٰۃ ادا کر دینے کے بعد حال اور مستقبل کی ذاتی اور کاروباری ضرورتوں کے لیے روپیہ جمع رکھنا ممنوع نہیں ہے، لیکن خلق یا خالق کی طرف سے اُس کے انفاق کا کوئی مطالبہ سامنے آجائے اور آدمی اُسے خرچ کرنے سے انکار کر دے تو اُس کی سزا وہی ہے جو قرآن نے آگے بیان کر دی ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

’’...یہی انفاق حکمت کا خزانہ بخشتا ہے، اِسی سے نور قلب میں افزونی ہوتی ہے۔ اگر مال کے ڈھیر رکھتے ہوئے کوئی شخص اپنے پاس پڑوس کے یتیموں، بے کسوں، ناداروں سے بے پروا رہے یا دعوت دین، اقامت دین، تعلیم دین اور جہاد فی سبیل اللہ کے دوسرے کاموں سے بے تعلق ہو جائے تو وہ عند اللہ مواخذے اور مسئولیت سے بری نہیں ہو سکتا، اگرچہ اُس نے اپنے مال کا قانونی تقاضا پورا کر دیا ہو۔‘‘ (تدبرقرآن ۳/۵۶۶)

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوۡرِ عِنۡدَ اللّٰهِ اثۡنَا عَشَرَ شَهۡرًا فِیۡ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالۡاَرۡضَ مِنۡهَاۤ اَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ فَلَا تَظۡلِمُوۡا فِیۡهِنَّ اَنۡفُسَكُمۡ وَقَاتِلُوا
الۡمُشۡرِكِیۡنَ كَآفَّةً كَمَا یُقَاتِلُوۡنَكُمۡ كَآفَّةً وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۳۶﴾ اِنَّمَا
النَّسِیۡٓءُ زِیَادَةٌ فِی الۡكُفۡرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا یُحِلُّوۡنَهٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوۡنَهٗ عَامًا

(ایمان والو، تم اِن سے لڑو اور یاد رکھو کہ) اللہ کے نزدیک جس دن سے اُس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے، مہینوں کی تعداد اللہ کے نوشتے میں بارہ ہی ہے[185] جن میں چار مہینے حرمت والے ہیں[186]۔ یہی دین قیم ہے[187]، سو اِن (چار مہینوں) میں (کسی کے خلاف اقدام سے) اپنی جان پر کوئی ظلم نہ کر بیٹھو اور مشرکوں سے (بالخصوص) سب مل کر لڑو، جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ اُن کے ساتھ ہے جو (اُس کے حدود کی خلاف ورزی سے) بچنے والے ہوں[188]۔ (حقیقت یہ

۱۸۴؎ یہ سزا جرم کی مناسبت سے ہے۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے وضاحت فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''...دولت جمع کرنے کی سرگردانی میں بڑا دخل دو چیزوں کو ہوتا ہے: ایک ہم چشموں میں اپنا سر اونچا رکھنے کی خواہش، دوسری اپنے ذاتی آرام و راحت کی طلب۔ فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں سربلندی اور فخر کی خاطر دولت جمع کریں گے، اُن کی دولت بروز قیامت اُن کی پیشانی پر داغ لگائے گی۔ اِسی طرح جو لوگ نرم ریشمین و مخملیں گدوں، غالیچوں، قالینوں اور صوفوں کے درپے ہو کر انفاق کی سعادت سے محروم رہیں گے، اُن کی یہ بچائی ہوئی دولت اُن کے پہلوؤں اور اُن کی پیٹھوں کو زخمی کرے گی۔'' (تدبر قرآن ۳/ ۵۶۷)

۱۸۵؎ یہ اِس لیے فرمایا ہے کہ اہل عرب نسی کی خاطر، جس کا ذکر آگے آ رہا ہے، مہینوں کی تعداد ۱۳ یا ۱۴ بنا لیتے تھے، جبکہ چاند مہینے میں ایک ہی دفعہ ہلال بن کر طلوع ہوتا ہے اور اِس حساب سے سال کے ۱۲ ہی مہینے بنتے ہیں۔

۱۸۶؎ یعنی ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم حج کے لیے اور رجب عمرے کے لیے۔

۱۸۷؎ یعنی یہ حکم کہ سال میں چار مہینے حج و عمرہ کی غرض سے جنگ و جدال کے لیے حرام ہوں گے۔ فرمایا کہ یہ ٹھیک وہی دین ہے جو خدا نے اپنے پیغمبروں، بالخصوص ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے ذریعے سے اُن کے ماننے والوں کو دیا تھا۔

لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

ہے کہ) مہینوں کا ہٹا دینا[۱۸۹] کفر میں ایک اضافہ ہے جس سے یہ منکرین گمراہی میں مبتلا کیے جاتے ہیں[۱۹۰]۔ کسی سال یہ حرام مہینے کو حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال اُس کو حرام ٹھیراتے ہیں تا کہ خدا کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی گنتی پوری کر کے اُس کے حرام کیے ہوئے کو (اپنے لیے) حلال بنا لیں۔ اِن کے برے اعمال اِن کے لیے خوش نما بنا دیے گئے ہیں[۱۹۱]۔ اللہ کا فیصلہ ہے کہ اِس طرح کے منکروں کو وہ راہ یاب نہیں کرے گا۔ ۳۶-۳۷

۱۸۸؎ مطلب یہ ہے کہ پیچھے جس قتال کا حکم دیا گیا ہے، وہ اگرچہ خدا کا عذاب ہے، لیکن اُس میں بھی حرام مہینوں کا لحاظ ضروری ہے۔ تاہم اِن کے حدود و حرمت کا لحاظ رکھتے ہوئے جنگ لازماً کی جائے گی اور یہ جنگ مشرکین سے من حیث الجماعت ہوگی۔ اِس میں کسی رشتہ و قرابت، کسی دوستی اور کسی سیاسی، معاشرتی یا معاشی مفاد کی بنا پر کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ یہ جنگ کفر کے استیصال کے لیے ہے، اِس میں اِس نوعیت کے تمام تعلقات بالاے طاق رکھ دیے جائیں گے۔ یہی ایمان و اسلام کا تقاضا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۱۸۹؎ اصل میں 'نَسِیٓء' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ عرب جاہلیت کی اصطلاح ہے۔ اِس کے دو طریقے تھے: ایک یہ کہ کسی کے خلاف لڑائی چھیڑنا پیش نظر ہو تو حرام مہینے کی جگہ حلال مہینہ رکھ کر لڑائی کو جائز کر لیا جائے۔ دوسرے یہ کہ تجارتی اغراض کے لیے قمری سال کو شمسی سال کے مطابق کرنے کے لیے اُس میں کبیسہ کا ایک مہینہ بڑھا دیا جائے تا کہ حج ہمیشہ ایک ہی موسم میں آتا رہے۔

۱۹۰؎ نسی کا یہ طریقہ اہل عرب اِس لیے اختیار کرتے تھے کہ اِس طرح کاروباری مفادات بھی محفوظ رہتے تھے اور حرام مہینوں کی تعداد بھی پوری ہو جاتی تھی جو دین داری کا تقاضا تھا، لیکن قرآن نے اِسے کفر میں ایک اور اضافہ قرار دیا۔ اِس لیے کہ ابراہیم علیہ السلام کے جس دین سے وہ پہلے ہی بڑی حد تک منحرف تھے، اُن کی یہ حیلے بازی اُس سے مزید انحراف کا باعث بن جاتی تھی۔ فرمایا کہ اِس سے یہ خدا کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، لیکن الٹا اُس کے قانون کی زد میں آ جاتے ہیں اور گمراہی کے حوالے کر دیے جاتے ہیں۔ خدا کا قانون یہی ہے کہ جو لوگ دین و شریعت کے

معاملے میں حیلہ بازی کے طریقے اختیار کریں، وہ کبھی راہ یاب نہیں ہوتے۔ اللہ اُنھیں خود اُن کے پیدا کیے ہوئے اندھیروں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

۱۹۱؎ یعنی اِس حیلہ بازی کو بڑی فقاہت سمجھتے ہیں، لیکن نہیں جانتے کہ یہ آخری درجے کی بدعملی ہے جو شیطان نے اِن کی نگاہوں میں خوش نما بنا دی ہے۔

[باقی]

''...کسی کی آنکھیں کھلی ہوئی ہوں تو اس کے لیے اس دنیا میں معجزات کی کمی نہیں ہے۔ وہ آسمان کو دیکھے۔ قدرت نے اس کو ستاروں اور سیاروں، چاند اور سورج، شفق اور قوس قزح اور دوسرے بے شمار گونا گوں و بوقلموں عجائب سے کس طرح سنوارا ہے کہ جس طرف بھی نگاہ اٹھتی ہے انسان حیران و ششدر ہو کے رہ جاتا ہے اور پکار اٹھتا ہے کہ 'رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا' کہ یہ کسی کھلنڈرے کا کھیل اور کسی اتفاقی حادثہ کے طور پر ظہور میں آ جانے والی چیز نہیں ہے بلکہ یہ ایک حکیم و علیم اور ایک بے پناہ قدرت و حکمت کے مالک کی بنائی ہوئی دنیا ہے۔ اس کی قدرت و حکمت کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ وہ اس کو پیدا کر کے یوں ہی چھوڑ نہ دے بلکہ یہ لازم ہے کہ وہ ایک ایسا دن بھی لائے جس میں وہ سب کو اکٹھا کر کے ان کے اعمال نیک و بد کا حساب کرے اور ان کے اعمال کے مطابق ان کو جزا یا سزا دے۔'' (تدبر قرآن ۴/ ۳۵۲)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org